تزکیہ وتعلیم کا نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اسلوب: عہدِ حاضر کے تقاضے

حافظ محمد سعید احمد عاطف*

محمد رفیق**

نبی مکرم پر پہلی وحی ''اقرأ'' کے خرد افروز لفظ سے ہوئی۔ یہاں ابتدائی درجے میں علم کی فضیلت اور اوصاف بیان نہیں کئے گئے بلکہ انتہائی درجہ کی مطلوب شے کا امر دیا گیا اور فرمایا کہ ''اقرأ'' اور ساتھ ہی بتلا دیا کہ علم وہی معتبر ہوگا جو معرفت باری سے متصف ہو۔ پھر تخلیق کی طرف متوجہ کرکے انسان کو بتایا گیا کہ خالق سے تعلق کے تقاضے کیا ہونے چاہئیں اور ذریعہ تعلیم قلم کو قرار دے کر بتا دیا کہ فتوحاتِ علمیہ کے دور کا آغاز ان نبی امی کی آمد سے ہو رہا ہے۔ اب انسانیت کو جو علم وحی سے ملے گا وہ دفینوں اور محض حافظوں میں ہی نہیں رہے گا بلکہ بذریعہ قلم تاقیامت محفوظ بھی رہے گا کیونکہ جس علم کا انحصار محض حافظہ پر ہو اس کی کامل حفاظت ممکن نہیں۔ وہ آسمانی کتب تحریف کی زد میں آگئیں جن کا انحصار صرف حافظہ اور زبانی روایات پر تھا۔ سو جو علم، قلم کے ذریعے محفوظ ہو گیا وہ حقیقۃً محفوظ ہے۔

رب تعالیٰ نے قرآن میں پاک میں متعدد مقامات(۱) پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد و فرائض کے حوالے سے تلاوتِ آیات، تزکیہ نفوس اور تعلیم کتاب وحکمت کا ذکر فرما کر بتا دیا کہ ان معلم صلی اللہ علیہ وسلم اعظم کا تعلیم وتربیت سے کس قدر تعلق ہوگا۔ آپؐ نے مؤثر ونتیجہ خیز تعلیم دی جس نے انسانوں کو حقوق اللہ اور حقوق العباد میں توازن کا شاہکار بنا دیا اور اس لیے آپؐ نے اپنا منصب ہی ''اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا''(۲) کہہ کر متعین فرما دیا اور یہ حقیقت ہے کہ تزکیہ و تربیت کے حوالے سے آپ جیسا مربی ومزکی بھی اس چرخ نیلی فام نے کبھی نہیں دیکھا۔ آپ نے تعلیم اور تربیت دونوں کو نبھایا اور کمال درجہ پر نبھایا اور اپنے نتائج تعلیم سے ایسے لاکھوں افراد تیار کیے کہ جن کے کردار وعمل کی گواہی ایک دنیا نے دی۔ آگے بڑھنے سے قبل تعلیم وتربیت کے مروج اور عمومی مفاہیم پر پہلے ایک نگاہ ڈالتے ہیں۔

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ ایم اے او کالج لاہور، پاکستان

** لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ اسلامیہ کالج، ریلوے روڈ لاہور، پاکستان

القرضاوی مغربی نظام تعلیم پر اس طرح تبصرہ کرتے ہیں:

مغربی اصطلاح میں علم سے مراد دنیوی علوم ہی لیے جاتے ہیں لیکن یہ علم کا ایک محدود تصور ہے۔ اس کے مقابلے میں اسلامی تعلیمات میں دینی و دنیوی تمام علوم پر علم کا اطلاق ہوتا ہے مغرب جہاں علم کو دنیوی کامیابی کا ذریعہ اور زینہ سمجھتا ہے، اسلام اسے آخرت میں سرخروئی اور دنیا میں کامیابی دونوں کا ذریعہ قرار دیتا ہے وہ دین و دنیا کو الگ الگ خانوں میں نہیں تقسیم کرتا۔ اس لیے قدیم و جدید اور دینی و دنیوی علوم کی تفریق غلط بنیاد پر قائم ہے۔ البتہ آخرت کی سرخروئی اور دنیا میں سربلندی کے لحاظ سے جو علم جتنا ضروری ہے اسی کے بقدر اس کی اہمیت سمجھی جانی چاہیے۔(۱۱)

تعلیم وتربیت کی جامعیت:

حقیقت یہ ہے کہ خالص جذبہ علم کی طلب کے حامل اشخاص کی مؤثر و ہمہ پہلو تعلیم و تربیت انسانِ کامل ہی کامل طریق پر کرسکتا ہے۔ اب کوئی شخص نہ تو انسانِ کامل ہونے کا دعویٰ کرسکتا ہے اور نہ ہی اپنے طریق زندگی کو اُسوۂ حسنہ قرار دے سکتا ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے متعلق فرمادیا: سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى گویا آپ کی بیان کردہ ہر بات اور آپ کے جملہ فرمودات نسیان سے خالی ہیں۔ کسی معلم کو وجہ ارض پر یہ رتبہ نہیں ملا کہ اس کی ہر بات کامل و اکمل بھی ہو اور ہر نسیان و ذھول سے پاک بھی۔ آپ ﷺ کے اقوال، افعال، رمز، کنایہ، گفتگو، تاثر، مزاج، ذوق سب کے سب عطیہ الٰہی ہیں اور یہ معلم اعظم ﷺ صبغۃ اللہ کا نمونہ کامل ہیں اور ساتھ ہی آپ کو نبی امی کہہ کر زمانے کو آگاہ کردیا کہ آپ سوائے اللہ کے اور کسی کے علم کے محتاج نہیں۔ اس لئے آپ کی ہر بات اور ہر عمل میں توفیق الٰہی شامل ہے۔

حیاتِ طیبہ کے کسی ایک لمحے پر کسی ایک گوشے پر کسی ناقد کو بھی کوئی تضاد نظر نہیں آیا اور نہ آپ کی دی ہوئی تعلیم وتربیت میں کوئی نقص نکال سکا۔ آپ کے قول وفعل میں کمال درجے کی ہم آہنگی وتوافق ہے جو آپ کی ذات کا امتیاز ہے۔ آپ کی دی ہوئی تعلیم وتربیت ہمہ پہلو اور اکمل ہے۔ آپ کا برپا کردہ تعلیمی جہاد بھی شاندار، جامع اور حیاافروز ہیں۔

آپ کے انداز تعلیم وتربیت کے چند نمایاں خصائص یہ ہیں:

(الف) تعلیم

(ب) تدریس

(ج) تربیت

جس سے ہر ہر طبقے میں تعلیم کی اہمیت اجاگر ہوئی اور ان کا قرآن سے تعلق بڑھا اور تعلیم کے ساتھ ساتھ ہی آپ نے تربیت وکردار سازی کے کام کو بھی جاری رکھا اور اس کے نتیجے میں جو تعلیمی وتربیتی ہم آہنگی سامنے آئی اس سے سارے معاشرے میں ''خیر'' پھیلتی چلی گئی۔

آپ کی حیاتِ طیبہ میں ہمیں مختلف جہات میں تعلیمی سرگرمیاں نظر آتی ہیں۔ کہیں مکارمِ اخلاق کی سبقاً سبقاً تعلیم ہے تو کہیں رذائل اخلاق کو دور کرنے کی حکیمانہ کاوشیں ہیں اور کہیں غیر نافع علم سے آپ پناہ کی تعلیم دیتے ہوئے یہ دعا سکھلا رہے ہیں ''اللھم انی اعوذ بك من علم لا ینفع'' (۱۵) ایسا علم جو دین یا دنیا کے فوائد سے خالی ہو یہ زندگی کو بے مقصد بنا دیتا ہے اور انسان سے ترجیحات حیات کا شعور چھین لیتا ہے۔

آپ کا معمول مبارک یہ تھا کہ دوسروں کی تفہیم اور تسہیل کے لیے بالعموم آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر لفظ ادا فرماتے ہیں تاکہ ہر عامی تک اس کو اپنے ذہن میں اتار لے اور کبھی اس کا اعادہ بھی فرماتے (۱۶) اور تعلیم وتربیت کا کمال یہ ہے کہ اعادہ کے وقت (مخاطب و حالات کے تناظر میں) اپنا اسلوب بیان بھی بسا اوقات تبدیل فرما دیتے۔(۱۷) اس حکمت تعلیم وتربیت کے سبب آپ کی بات ہر سامع کے دل میں اتر جاتی اور وہ آمادۂ عمل ہو جاتا اور اس تعلیم وتربیت کی کامیابی کی وجہ یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ کی قدم قدم پر رہنمائی بھی کی جاتی رہی۔ ارشاد ہے: وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (۱۸) اس علم کو جب خود خالق کائنات ہی فضل عظیم قرار دے تو اس سے آپ کے مقام رفیع کو سمجھا جا سکتا ہے۔

آپ کے جامع ارشادات سے بھی علم کی اہمیت گوناگوں انداز سے سامنے آتی ہے۔(۱۹)

چار فرائض نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

(الف) تلاوت آیات

(ب) تزکیہ

(ج) تعلیم کتاب

(د) تعلیم حکمت

یہ مضمون قرآن کریم میں متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ قرآن کا یہ اسلوب و انداز بتلاتا ہے کہ آپ کی اصل حیثیت امت کو ایسی تعلیم و تربیت دینے کی ہے جو انہیں دین و دنیا میں کامیاب کردے اور یہ فرائض چہارگانہ بھی اصلاً تعلیم وتربیت ہی کے پہلو ہیں۔ اس پر ایک مفسر یوں روشنی ڈالتے ہیں:

تعلیم یہ ہے کہ نہایت شفقت وتوجہ کے ساتھ ہر استعداد کے لوگوں کیلئے اس بات کی وضاحت کی

اصلاح۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ کی حیثیت امت کے والد کی سی تھی جو اپنے بچوں کو ہر بات محبت سے سمجھاتا ہے، اپنے قریب کرتا ہے، سیرت و کردار کو خوب تر بناتا ہے اور آقا کریم ﷺ میں تو یہ صفت کامل درجہ پر تھی۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

''میں تمہارے لئے والد کی مانند ہوں، سوتم جب رفع حاجت کیلئے جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ کرو نہ پشت۔'' (۲۳) یہ حکیمانہ انداز تربیت ہے۔ پہلے اپنا مقام سمجھایا، پھر ادب سکھلایا۔ یہ انداز، تربیت کی معراج ہے۔ معلوم ہوا کہ تربیت وتزکیہ کو نفوس انسانیہ کی اصلاح میں بنیاد کا درجہ حاصل ہے۔ تزکیہ جتنا کامل ہوگا شخصیت کے کمالات اتنے ہی نمایاں ہوتے چلے جائیں گے۔ تربیت و تزکیہ وہ بیج ہے جس کی شاخیں معاشرے میں پھیل جاتی ہیں اور اس کے ثمرات سے تمام سوسائٹی مستفید ہوتی ہے۔

اس تزکیہ وتربیت کی ایک توضیح یوں بھی کی گئی ہے:

''لفظ تزکیہ دو مفہوموں پر مشتمل ہے۔ ایک پاک و صاف کرنے پر، نشوونما دینے پر، ہمارے نزدیک یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کیلئے لازم وملزوم ہیں۔ جو چیز مخالف ومزاحم زوائد و مفاسد سے پاک ہوگی وہ لازماً اپنی فطری صلاحیتوں کے مطابق پروان بھی چڑھے گی۔ انبیاء علیہم السلام نفوسِ انسانی کا جو تزکیہ کرتے ہیں اس میں یہ دونوں باتیں پائی جاتی ہیں۔ وہ لوگوں کے دلوں اور ان کے اعمال واخلاق کو غلط چیزوں سے پاک صاف بھی کرتے ہیں اور ان کے اعمال و اخلاق کو نشوونما دے کر ان میں مفاسد اور مخالف ومزاحم چیزوں کے بالمقابل استقلال کے ساتھ سینہ سپر رہنے اور استقامت دکھانے کی قوت بھی پیدا کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیم کتاب کے مقابلہ میں نفوس کا تزکیہ کہیں زیادہ دیدہ ریزی، مشقت اور صبر وریاض کا طالب ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اس کا ذکر تمام دین وشریعت کے غایت ومقصد کی حیثیت سے ہوا ہے''۔ (۲۴)

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اس مبحث میں کمال اختصار سے دریا کو یوں کوزے میں بند کرتے ہیں:

''یعنی علماً اور عملاً تمہیں کامل کرے۔'' (۲۵)

تفسیر ماجدی میں ہے:

وہ حکمت و دانائی کے سبق، روحانیت کے اصول و مسائل کی تعلیم بھی دیتا رہتا ہے۔ یعنی انہیں اپنے سامعین کے رگ وریشے میں اتارتا رہتا ہے۔ (۲۶)

اجتماعی ماحول قائم کر دیا تھا۔ نتیجتاً تزکیہ وتعلیم کا عمل اجتماعی بن گیا اور اس امر کی ضرورت محسوس ہونے لگی کہ انفرادی پہلو کے ساتھ ساتھ تزکیہ وتعلیم کے کچھ اجتماعی مراکز بھی قائم کیے جائیں تاکہ افراد سازی اور سیرت وکردار کی تشکیل بڑے پیمانے پر ہو اور اس کے ثمرات' معاشرہ حاصل کر سکے۔

ج۔ درسگاہ مسجد بنی زریق:

اب ہم کچھ اہم درسگاہوں کا ذکر کرتے ہیں۔ درسگاہ مسجد بنی زریق تھی۔ ﴿اول مسجد قرئ فیہ القرآن بالمدینۃ مسجد بنی زریق﴾ یہاں کے ایک اہم استاد ومربی حضرت رافع تھے۔ آپ کی تعلیمی وتربیتی صلاحیت اور جودتِ فکر کو دیکھ کر معلم اعظمؐ بے حد مسرور ہوتے تھے۔ ایک اور قاری قرآن حضرت سالمؓ کو آپ ﷺ نے قرآن پڑھتے سنا تو فرمایا ''اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری امت میں سالم جیسا قرآن کا قاری و عالم پیدا کیا ہے۔'' (۳۲) آپؐ کی خوردنوازی کا یہ انداز تھا کہ جو حوصلوں اور جذبوں کو مہمیز دیتا رہتا تھا۔

د۔ مسجد قبا کا مرکز تعلیم:

مدینہ سے متصل ہی قبا کی بستی تھی جہاں مہاجرین صحابہ بھی اکٹھے ہوگئے۔ ان کو حضرت سالم (مولیٰ ابوحذیفہ) قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ (۳۳) متعدد صحابہ نے بیان کیا ہے کہ ہم سب لوگ مسجد قبا میں علم دین پڑھتے پڑھاتے تھے۔ اس دورانیہ تعلیم میں نبی اکرم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تم جو چاہو پڑھو جب تک عمل نہیں کرو گے اللہ تعالیٰ اجر وثواب عطا نہیں فرمائیں گے۔ قبیلہ بنی اوس کے حضرت سعد بن خیثمہ کا مکان خالی تھا جہاں مہاجرین صحابہ پڑھتے پڑھاتے تھے۔ اس لئے اسے ''بیت العزاب'' کہا جاتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ گاہے بگاہے وہاں تشریف لے جاتے اور مہاجرین صحابہ کی دلجوئی فرماتے تھے۔ (۳۴) یعنی معلم اعظم اپنی زیرنگرانی ان درسگاہوں کا معائنہ فرماتے تھے۔ اہم ہدایات دیتے اور غریب الدیار طلباء (صحابہ) کی حوصلہ افزائی کرتے، ان کی تحسین کرتے۔ یہ بھی تعلیم وتربیت کا ایک لطیف انداز تھا۔

ہ۔ تعلیم گاہ نقیع الخضمات:

یہ مرکز تعلیم وتربیت مدینہ سے دو میل کے فاصلے پر ایک شاداب علاقے میں واقع تھا، یہاں حضرت سعد بن زرارہ کا مکان اسی تعلیم وتربیت کیلئے ہمہ وقت وقف تھا۔ بخاری میں ہے: اول من قدم علینا مصعب بن عمیر و ابن مکتوم و کانوا یقرؤن الناس......مکانا یقرآن الناس القرآن یعنی اس تعلیم گاہ میں بھی معلم اعظم کے نقیبان علم کی بدولت سیکھنے سکھانے کا عمل جاری تھا۔ حضرت مصعب کو آپ نے حکم دیا: وامرہ ان یقرء ھم القرآن ویعلمھم الاسلام ویفضحھم فی الدین (۳۵)

صد تک پہنچتی ہے۔(۳۷) تعلیم نبوت سے فیض یاب ہونے والے تو تمام صحابہ ہی تھے، گھر کے اندر بھی امہات المؤمنین اس سرچشمۂ نبوت سے اپنی تعلیم وتربیت کی تشنگی دور کیا کرتی تھیں۔ پھر خواتین کیلئے آپ نے تعلیم وتربیت کے دن متعین فرمائے ہوئے تھے۔(۳۸)

غرضیکہ مسجد نبوی میں ہمہ وقت تعلیم وتربیت کا بابرکت کام جاری رہتا تھا۔ کبھی اصحاب صفہ کبھی عام صحابہ کرام، کبھی عشرہ مبشرہ اور کبھی نو مسلم حضرات تو کبھی اہل وفود مستفید ہوتے تھے۔ مسجد نبوی سے کاشانہ نبوت تک کا ہر لمحہ تعلیم وتربیت کیلئے وقف تھا۔ اور ہر ایک نے اس سے بقدر ظرف استفادہ کیا اور لسان نبوت کی ہر ادا اور ہر ہر انداز کو صحابہ نے امت کیلئے محفوظ کر دیا اور ہر لفظ کی موتیوں سے بڑھ کر قدر دانی کی اور کیوں نہ کرتے۔

نطق کو سو ناز ہیں تیرے لب اعجاز پر

مسجد نبوی کے علاوہ سواد مدینہ میں کئی مساجد مرکز تعلیم وتربیت بنا دی گئی تھیں۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں:

> مختلف حوالوں سے ایسی نو مساجد کی تصدیق ہوتی ہے جنہیں تعلیمی مقاصد کیلئے استعمال کیا جاتا تھا۔(۳۹)

آپ کے عہد مبارک میں ہی مدینہ واکناف مدینہ میں تعلیم وتربیت کے متعدد مراکز بنا دیئے گئے تھے جن میں ہمہ وقت تعلیم وتزکیہ کا مبارک کام جاری رہتا تھا۔ ڈاکٹر احمد شلبی لکھتے ہیں کہ تب وہاں دو قسم کے مکاتب تھے: (الف) قرآن کی تعلیم (مذہبی امور)۔ (ب) عام پڑھنا لکھنا (خواندگی)۔(۴۰)

گویا معلم اعظم نے مومنین کے لیے تعلیم قرآن کا نصاب متعین کیا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ہی غیر مسلموں کو بھی محروم نہیں کیا ان کے لیے عام خواندگی کا دروازہ کھول دیا تا کہ یہ ابتدائی خواندگی ان کے لیے ہدایت الٰہی کا ذریعہ بن سکے۔ تعلیم وتزکیہ کے ان پر رونق مراکز کے سبب صحابہ کرام میں عقائد ایمانیہ وعبادات کے ساتھ ساتھ تعلیم دین، اصلاح نفس، تزکیہءقلوب مکارم اخلاق و پاکیزگی معاملات کے اوصاف پیدا ہوتے چلے گئے اور یوں تعلیم و تربیت (تزکیہ) میں ہم آہنگی کے سبب پورے عرب میں ایک اخلاقی وتعلیمی انقلاب برپا ہو گیا جس کے پیچھے معلم اعظمؐ ومربیؐ کی جلوتوں میں کی گئی، بے نظیر کاوشیں وکوششیں، حکمتیں اور خلوتوں میں اپنے رب کے سامنے کی گئی مناجات وتبتل اور آہ وزاریاں، سب شامل تھیں۔

اسوہ نبویؐ اور عہد حاضر میں تعلیم وتربیت کے تقاضے:

آج کا دور تیز ترین ابلاغ (fast communication) کا دور ہے۔ اس میں معلومات کی کثرت ہے۔ ایک پل میں خبر دنیا بھر کا چکر لگا لیتی ہے۔ اس ساری ترقی، تیزی کے باوجود حقیقتاً معاملہ یہ ہے کہ حرکت تیز

نبی کے نتائج تعلیم وتربیت کی ایک مثال:

آپؐ نے اپنے ساتھیں کی تربیت اس انداز سے کی کہ ان کے سامنے اپنی ذات کا عملی نمونہ پیش کیا۔ قربانی وایثار آپؐ کا مزاج تھا۔ اور پھر یہی چیز آپؐ نے اپنی تعلیم وتربیت کے ذریعے اپنے صحابہ میں پیدا کر کے ہم آہنگی و توافق، ان کا مزاج بنادیا۔ صحابہ کرام نبیؐ کی طرح خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھانا کھلاتے۔ اور اللہ تعالیٰ اس تربیت کے نتائج پر راضی ہو کر یوں فرماتے ہیں۔ یو ثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ(۴۲) اور آپؐ نے صحابہؓ میں جذبہ (Spirit) پیدا کیا۔ وہ سراپا قربانی وایثار بنے رہے۔

مدینہ منورہ میں انصارؓ کی دولت اور معاشی ذرائع کھجوروں کے باغات تھے یا زراعتی کھیت تھے۔ انہوں نے نبی کریمؐ سے درخواست کی کہ ان کے یہ باغات ان کے مہاجرینؓ بھائیوں میں تقسیم کر دیں۔ مگر نبی کریمؐ یہ تجویز قبول نہ فرمائی۔ اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ مہاجرین تجارت پیشہ تھے وہ کھیتی باڑی کے فن سے آشنا نہیں تھے۔ انصارؓ نے ایثار کا ایک اور قدم بڑھایا اور یہ تجویز پیش کی کہ وہ خود ہی باغات میں کام کریں گے مگر آدھی پیداوار اپنے مہاجرینؓ بھائیوں کو دیتے رہیں گے۔ آپؐ نے اس تجویز کو پسند فرمایا۔ (۴۳) تاکہ ایثار اور خدمت کا جذبہ ایک توازن کے ساتھ قائم رہے۔ خدمت خلق اور اللہ کی رضا جوئی صحابہ کی زندگی کا مقصد بن گئی ہر مظلوم کو ان سے ایک آس اور امید پیدا ہو گئی کہ ان پاکیزہ نفوس کے ہوتے ہوئے کوئی ہمارا ظالمانہ استحصال نہیں کر سکے گا اور صحابہ کرام نے اسلام کے عادلانہ مزاج کے مطابق ایک اجتماعی عدل کا ماحول بنا دیا۔

آپؐ کے اسوۂ کے اس پہلو کی اہل وطن کو زیادہ احتیاج ہونی چاہیے کہ ہمارے معاشرے میں منافقت بڑھتی جا رہی ہے ایک دوسرے کا احساس ختم ہوتا جا رہا ہے امداد باہمی اور امور خیر میں شرکت وتعاون مفقود ہوتے چلے جا رہے ہیں غریب کی غربت میں کوئی اس کا پرسان حال نہیں اور ''مالی فرقہ واریت'' نے انسان کو تقسیم در تقسیم کر کے رکھ دیا ہے اور دوسری طرف ہم اس طرح شعور وادراک سے عاری ہوئے کہ چند فنون اور ذرائع کو ہم علم صحیح سمجھے بیٹھے، نقائص ومعائب کے باوجود انہیں دور کرنے کی کوئی جامع سعی وکوشش دکھائی نہیں دے رہی۔ ایسے میں اگر ہم اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی سے مستفید ہوں تو بے عملی، بے حسی اور وعدم تربیت کے اس تضاد کو دور کیا جاسکتا ہے اور اس کے ساتھ ہی تعلیم وتعمیر سیرت کر کے ان نتائج کو حاصل کیا جانا ممکن ہے۔ ان نتائج کو حاصل کرنے کے لیے ہم نبی کریمؐ کی سیرت طیبہ کی طرف رجوع کریں بصورت دیگر ہم کبھی عروج کی منازل سے آشنا نہیں ہو سکتے اور اخلاق وکردار کے اس بحران کو روک لگانے اور انفرادی واجتماعی، اخلاقی و معاشرتی زوال سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے اور وہ ہے اسوۂ پیمبر سے کامل رہنمائی۔ ہماری اس قومی تعلیمی پسماندگی پر ایک ماہر تعلیم

دنیوی تعلیم سے اغماض برتنے کے سبب ہم صف اقوام میں پیچھے چلے گئے ہیں:

''اگر ہم علم سے مراد آج کے دور میں رائج اس مادی علم کو ہی لیں جو تجربے اور مشاہدے کی بنیاد پر قائم ہے تب بھی اس علم کی قدر و قیمت کا انکار نہیں کر سکتے۔ سو لوگوں کو اس کی ضرورت ہے اور بے شبہ علم مادی بھی مطلوب ہے، اگرچہ اس کی حیثیت خود مقصد کی نہیں بلکہ وسیلہ و ذریعہ کی ہے۔ کیونکہ مادی علم انسان کی زندگی میں مددگار ہے، اس کے راستے آسان کرتا ہے اور زمان و مکان کے فاصلے کم کرتا ہے۔ دور کو نزدیک اور سخت کو آسان بناتا ہے۔ لیکن تنہا یہی علم انسان کو خوش بخت نہیں بنا سکتا نہ تنہا انسانی قافلے کو منضبط کر سکتا ہے اور اس کی انا پرستی اور نفسانی میلانات کی روک تھام کر سکتا ہے۔ اس لیے انسان کو دینی علم کی انتہائی ضرورت ہے جو ایمان کو پروان چڑھاتا ہے، ضمیر کو زندہ کرتا ہے اور بلند عادتیں پیدا کرتا ہے، نفس کے بخل وتحفظات سے بچاتا ہے۔ عقل پر حیوانی جذبات کو اور ضمیر کی آواز پر خواہش نفس کو غالب آنے سے روکتا ہے اور پھر یہی دینی علم مادی علم کو بھی انحراف، جارحیت، سرکشی اور تباہی و بربادی کے لیے استعمال ہونے سے بچاتا ہے، قرآن کریم نے اس سلسلے میں حضرت سلیمان کی مثال دی ہے جنہیں ایسی بادشاہت دی تھی جو پھر کسی اور کو نہیں دی گئی۔ پلک جھپکنے سے بھی پہلے یمن کی ملکہ بلقیس کا تخت ان کی راجدھانی شام میں پہنچا دیا گیا تھا اور کسی غرور سرکشی میں مبتلا نہیں ہوئے کیوں کہ ان کے پاس کتاب کا علم تھا''۔(۴۴)

اس لیے ہمیں دینی اور دنیاوی علوم کے درمیان ایسی ہم آہنگی قائم کرنی ہے جو ہمیں ہر غرور اور تکبر کے ہر زاویے سے بچادے اور یہ نعمت کبریٰ سوائے صاحب قرآن کی پاکیزہ سیرت کے کہیں اور نہیں مل سکتی۔

معلم اعظم ؐ کی تحریک علم اصلاً تعلیم وتربیت میں ہم آہنگی پیدا کرنا تھا تاکہ معاشرے سے منافقت کے آثار ختم ہوں، تعمیر کردار ہو، اخلاق ومعاشرت میں حسن آئے، معاملات میں صفائی پیدا ہو، قربانی وایثار لفظوں سے نکل کر عمل کے سانچوں میں ڈھل جائیں۔ اور انفرادی واجتماعی اصلاح کا معیار کامل حاصل ہو جائے تاکہ انسان ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الاٰخرة حسنة کا مصداق بن جائے۔ آپ کی اس جامع تعلیم کا نتیجہ دیکھنا ہو تو قرآن دیکھیے کہ اس کی کیا گواہی دیتا ہے۔ اصحاب محمد کی تعلیم وتربیت اس انداز سے کی گئی وہ اشدآء علی الکفار اور رحماء بینھم کی تصویر بن گئے۔ قربانی وایثار میں وہ یؤثرون علی انفسھم کا سراپا ہیں۔ یہ اصحاب محمد کی زندگیوں کے وہ نتائج ہیں جو تعلیم وتربیت کی ہم آہنگی کی بدولت پیدا ہوئے اور صحابہ کرام کی سیرت کردار مثالی بن گئے اور ایک دنیا ہے جو صدیوں سے اب تک صحابہ کرامؓ کے ان نقوش پا سے رہنمائی کے خدوخال حاصل کرتی رہی ہے اور کرتی رہے

اور معاشرتی واخلاقی کمزوریوں کے امراض کی دوا اس طبیب اعظم ﷺ کے پاکیزہ اسوہ سے ہی مل سکتی ہے کہ جہاں پر افراد اور اقوام دونوں نے یکساں شفاء پائی ہے۔

وہی دیرینہ بیماری، وہی نامحکمی دل کی علاج اس کا وہی آب نشاط انگیز ہے ساقی

اور فکر وعمل کی یہ پاکیزگی جب تعلیم وتربیت میں ڈھل جاتی ہے تو ایسی قوم کی اخلاقی ودنیوی ترقی کا راستہ کسی طور روکنا ممکن نہیں ہوتا۔ اور وہ عروج کی منزلوں سے آشنا ہو کر رہتی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

(۱) البقرہ:۲، آیت:۱۵۹، آل عمران:۳، آیت:۱۶۴، الجمعہ:۶۲، آیت:۲۔

(۲) خطیب التبریزی، محمد بن عبداللہ، مشکوٰۃ المصابیح، المکتبۃ الاسلامی، دمشق ۱۹۶۱، ابواب العلم۔

(۳) فیروز آبادی، القاموس المحیط (مادہ ع، ل، م)، دار احیا التراث العربی، بیروت ۱۳۹۱۔

(۴) محمد یٰسین، شیخ، مبادئ تعلیم، غضنفر اکیڈمی، کراچی، ۱۹۹۹، ص:۱۳۔

(۵) سعد بن عبداللہ، اصول التربیۃ الاسلامیہ، دار القلم بیروت ۱۴۰۲ھ، ص:۱۹۔

(۶) مبادئ تعلیم، غضنفر اکیڈمی، کراچی ۱۹۹۹، ص:۱۳۔

(۷) بٹ، اے۔ ڈی۔، ہمارا نظام تعلیم، مکتبہ عالیہ، لاہور، ۲۰۰۵، ص:۱۰-۱۱۔

(۸) مظفر حسن ملک، ڈاکٹر، تعلیمی عمرانیات، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۹۰، ص:۳۲، ۳۱۔

(۹) فرخندہ جبیں، فلسفہ وتاریخ تعلیم، گلوب پبلیشرز لاہور، ۲۰۰۰، ص،۳۸، نظام تعلیم کے خصائص اور تجزیاتی تاریخ کے لیے دیکھیے ڈاکٹر محمد امین: ہمارا تعلیمی بحران اور اس کا حل، کتاب سرائے لاہور، ۲۰۰۵۔

(۱۰) قرطبی، محمد بن احمد مالکی، الجامع الاحکام القرآن، دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ، ج:۴، ص:۲۲۱۔

(۱۱) القرضاوی، یوسف، علامہ، تعلیم کی اہمیت سنت نبویؐ کی روشنی میں (مترجم اردو) اسلام بک ڈپو لاہور ۱۹۹۸، ص:۱۴۔۱۵۔

(۱۲) محمد سلیم، سید، پروفیسر، اسلام کا تصور تعلیم، افکار، ماہنامہ تعمیر افکار (کراچی)، جلد نمبر ۷، شمارہ ۱۰، جولائی، ۲۰۰۸، ص، ۱۱، ۱۲۔

(۱۳) الروم، ۳۰: آیت ۴۱۔

حضرت ابوبکر تلاوت کرتے اور نماز ادا فرماتے تھے۔ اہل مکہ آپ کی تلاوت کا اثر اپنے دل پر محسوس کرتے تھے۔ بخاری شریف میں ہے ''آپ کی دعوتی طبیعت کو گوارا نہ تھا کہ نماز وتلاوت گھر کے اندر کریں، اس کا ثمر یہ تھا کہ کئی مشرکین قرآن کی اثر آفرینی کے اسیر ہوگئے۔ پھر حضرت ابوبکر نے اپنی رہائش گاہ کے باہر صحن میں ایک مسجد بنائی۔ آپ اس میں نماز اور قرآن پڑھتے تھے۔''

(ج) بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الکفالة، باب جور ابی بکر الصدیق فی عهد رسول الله ﷺ۔

(۲۹) آپ ﷺ کی تعلیمی وتربیتی توجہات سے خواتین بھی مستفید ہوتی تھیں۔ آپ اپنے اصحاب کو یہ ذمہ داری دیتے کہ آپ فلاں جگہ فلاں گھر میں تعلیمی وتربیتی حلقہ قائم کریں۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ جب حضرت عمر تلوار لئے اپنی بہن کے گھر گئے تو اپنی ہمشیرہ و بہنوئی سعید بن زید کو قرآن پڑھتے پایا اور ان دونوں کے پاس خباب بن ارث تھے۔ ان کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں سورہ طٰہٰ تھی اور وہ ان دونوں میاں بیوی کو پڑھا رہے تھے۔ یعنی بیت فاطمہ بنت خطاب ایک درسگاہ کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ دوسرے لوگ بھی یہاں آکر تعلیم دیتے تھے۔''

ابن ہشام، عبدالملک، السیرۃ النبویہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵، ج:۱، ص:۳۴۵۔

(۳۰) درسگاہوں کے علاوہ بھی متعدد محلوں میں چھوٹے چھوٹے تعلیمی حلقے قائم کیے گئے تھے۔ بحوالہ، خیر القرون کی درسگاہیں، ص: ۴۰، ۴۱۔

(۳۱) السمهودی، نور الدین علی بن احمد علامہ، وفا الوفا، اخبار المصطفیٰ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۱ھ ج:۲، ص:۸۵۔

(۳۲) تفصیل کے لیے دیکھیے:

(الف) بخاری، الجامع الصحیح، باب: امامة العبد والمولیٰ۔ بخاری، باب، مقدم النبیؐ واصحا بة الی المدینة۔ بخاری، باب، مقدم النبیؐ۔

(ب) سیرت ابن ہشام، ج:۱، ص:۴۳۴۔

(ج) وفاء الوفا، اخبار المصطفیٰ، ج:۲، س:۸۵۔

(د) محمد بن سعد، طبقات، ج:۳، ص:۳۰۔

(۳۳) بحوالہ خیر القرون کی درس گاہیں ۴۰۔۴۱

(۳۴) حوالہ سابق، ص:۴۰۔

(۳۵) بخاری، الجامع السحیح، کتاب العلم، باب هل یجعل للنساء علی عدة۔

(۳۶) الکتانی، عبدالحی، نظام الحکومة النبویة، التراتیب الادارية، احیاء التراث الاسلامی، بیروت ج۱، ص:۳۴۰۔

(۳۷) ابن عبدالبر القرطبی، جامع بیان العلم وفضله، المکتبة العلمیه مدینہ منورہ، ج:۱، ص:۳۲۔